اسلامی سالِ نو کا پیغام، اُمّتِ مسلمہ کے نام

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان وزمین' ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ سو اِن میں اپنے اوپر ظلم مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسے وہ تم سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔'' (پارہ:۱۰، التوبہ، آیت ۳۶)

اسلام میں دنوں، مہینوں اور سالوں کی حیثیت وہ نہیں جو دیگر اقوام میں تھی یا اب بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف دو عیدوں کو شرعی حیثیت بخشی اور بس! مگر مسلمانوں نے کافرانہ تہذیبوں کے اختلاط اور ان کے سماجی رسم ورواج سے متاثر ہو کر یا مقابلہ وتقابل میں مبتلا ہو کر اسلامی تہواروں کی وہ کثرت پیدا کی کہ دوسری قوموں سے ہیچ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے سالِ نو کے آغاز کو ہندومت سے متاثر ہو کر رونے پیٹنے اور سر میں خاک ڈالنے کی رسوم بد کے لیے مخصوص کر دیا۔ حالانکہ خیر وبرکت اور مبارک وسعادت سے ہونا چاہیے۔

نئے اسلامی سال کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو ماننے والے اس کی حاکمیت کو بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کرلیں۔ مصلحت وقت، پالیسی اور عقلیّت کے پیچھے نہ بھاگیں۔ اسلام اور عقل دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔ عقل کی نعمت اس لیے بخشی کہ تمدن پیدا کیا جائے، معاشرہ میں سلامتی کی راہ ہموار کی جائے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے بغیر سلامتی کا تصور ہی ادھورا ہے۔ سلامتی' اسلام کو تسلیم کرنا ہے۔ اسی سے سلاست روی جنم لیتی ہے۔ انسانیت کا اونچا مقام ومرتبہ یہی ہے کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم سے اس دار العمل کو کارگاہِ خیر بنا دیا جائے۔

تمدن اور سلامتی معاشرہ میں خیر غالب سے عبارت ہے اور جو عقل' خیر کو غالب نہیں کر پاتی، عقل نہیں جہل ہے۔ قرآن کریم میں اسی عقل سلیم کو غور وفکر کی بار بار دعوت دی گئی ہے اور ان مفکرین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اسی کی بنیاد پر پوری کائناتِ انسانی اور اہل ایمان کو دوہری دعوت دی گئی ہے۔ ایک جگہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

﴿یٰٓا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ﴾

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کی اتباع مت کرو۔'' (پارہ:۲، البقرۃ، آیت: ۲۰۸)

ایمان والوں کو دوبارہ دامنِ اسلام میں مکمل آجانے کی دعوت حکم کی صورت میں دی جارہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ عقل وبصیرت والے غور کریں، تفکر کریں تو جواب مل جائے گا کہ ایسا اسلام جو تن آسانیاں بخشے، راحتیں وافر عطا کرے، جس میں کلفتیں، آسائشوں میں تبدیل ہوجائیں وہ اسلام تو قبول کرلیا جائے لیکن ایسا اسلام جو نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق سراپا جہد زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہو، جس میں وقت، مال وجان اور عزت وآبرو بھی قربان کرنا پڑے، مشکلوں، مصیبتوں اور آفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا پڑے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح موت کو سرابِ زندگی سے زیادہ لذیذ ماننا پڑے۔ وہ اسلام نہ قبول کیا جائے۔ تو یاد رکھیے! یہ اسلام من پسند تو کہلائے گا، خدا پسند نہیں۔ اور ایسے مسلمان اسلام کی اپوزیشن سمجھے جائیں گے۔ اس لیے کہ اسلام کی عملی تصویر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کرکے بتادیا کہ اسلام میں پورا داخل ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اگر ہمارے سامنے لاکھوں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی نہ ہوتی تو اتباع کا مسئلہ یقیناً سوال بن جاتا۔ لیکن اب تو موجودہ مسلمان اور ان کا اسلام جو سلامتی سے محروم ہے، سلامت روی سے مہجور ہے، تمدن اور خیر غالب سے دور ہے، خود سوال بن کے رہ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ مسلمان خوردہ فروش سے لے کر حکمران تک سیاست، مصلحت، وقت کی نزاکت، حالات کا تقاضا، پالیسی، حکمتِ عملی، لبرل ازم، روشن خیالی اور سائنٹیفک اپروچ ایسے خوبصورت الفاظ کی بدصورت تفسیر کا صیدِ زبوں ہے۔ اور یہ بربادی ''خطوات الشیطٰین'' کی اتباع کی بدولت ہے۔

اللہ نے اسلام نازل کیا تو اس کے نفاذ اور اس کی حاکمیت کے قیام کیلئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بخشا یعنی قانون اور طریقۂ نفاذ دونوں عطا فرمائے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ شریعت تو دے دی مگر اس کے نفاذ کے لیے ہماری سوچ اور اپروچ کو معیار اور سند بنادیا گیا ہو۔ پس ایسے لوگ جو خود کو سند بناتے اور منواتے ہیں۔ اپنی تعبیر کو اللہ کی منشا کہتے ہیں اور اپنی تفسیر کو اللہ کا فیصلہ کہہ کر سناتے اور مخلوق کو بہکاتے ہیں، قرآن نے انہی لوگوں کو کہا ہے۔

﴿لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ وہ کامیاب نہیں ہوں گے

اور یوں بھی مخاطب کیا ہے:

﴿مَالَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟

خدا جانے تمہیں کیا ہوگیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اس بدحالی میں جو قوم یا جماعت فلاح کے لیے غیروں کے دروازے سے خیر کی بھیک مانگتی ہو، بار بار دربدر خاک بسر ہوتی ہو، قرآن انہیں کہتا ہے:

﴿لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾

اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔ (پارہ: ۱۸، المؤمنون، آیت: ۱۱۷)
یعنی دنیا و آخرت کے گھاٹے کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کے لیے وقف ہو کے رہ جائے۔ صرف دنیا کی زندگی کے لیے جدوجہد تو کافروں اور مشرکوں کا مطمح نظر ہے کیوں کہ موت کے بعد کی حیاتِ طیبہ پر ان کا عقیدہ و یقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ ''الدنیا مزرعۃ الاخرۃ'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے (ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی کاشت دنیا کی زندگی میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد کرنا ہے مسلمانوں کی ساری جدوجہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جُہدِ للبقاء، اور ارتقاء، کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جارہی ہے اس محاذ آرائی کا رُخ موڑ دیا جائے اور اس جُھد لِلبقاء اور ارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جُھدِ لِلعُقبیٰ بنا دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی، ارتقاء، اکتشافات، اور علم کے زُعم میں تنزل، رجعت، گم گشتگی اور جہالت کے لق ودق صحرا اور وادیٔ فنا میں اتر جانے کیلئے سرپٹ دوڑ تا ہے۔ ان حالات میں دعوتِ احرار یہ ہے کہ عام مسلمان جو غفلت و خواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں جھنجوڑا، جگایا اور آزاد کرایا جائے۔ محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچایا جائے۔ تا کہ اُمت کو دنیاوی سلامتی و اُخروی فلاح و نجات مل سکے۔ دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک لفظوں میں بزبان حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرمایا:

﴿وَ اَنَّ هٰذا صِراطِیْ مُسْتَقِیماً فَا تَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ٥﴾

''تحقیق بے شک وشبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اسی راہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو (دیگر نظامِ زندگی مت اپناؤ) پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جُدا کر دیں گے۔
اسی کی تاکید ہے تمہیں، تا کہ تم دوسرے راستوں سے بچو۔'' (پارہ: ۸، الانعام، آیت: ۱۵۳)

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی و ایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

﴿یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾
''وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں اگرچہ خود فاقہ سے ہوں۔'' (پارہ: ۲۸، الحشر، آیت: ۹)

ہم نے جب اس راستے پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے۔ کس چیز کا ایثار؟ وقت کا، مال اور جان کا ایثار۔ عزم وہمت، ذہانت ودیانت، علم وشعور، غرض یہ کہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن وجمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں، اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے صَرف کر دی جائیں۔ کیونکہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین و جمیل، پرکشش، سُہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر یہ سب کچھ خرچ ہو جائے تو یہ سودا سستا ہے مہنگا نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ﴾ (پارہ:۱۱، التوبہ، آیت:۱۱۱)

''بے شک اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔''

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جا وبے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور و فکر کر کے پھر عملی قدم اُٹھایا جائے تا کہ عاقبت میں بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔ بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ:

زمینِ شور سنبل بر نیارد
درو تخمِ عمل ضائع مگرداں

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی، اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر

اور حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے فرمایا:

﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں، رنج کرتے جان دے دیں گے۔'' (پارہ:۱۹، الشعراء، آیت:۳)

یعنی ان کی پروا اور فکر چھوڑیں، آپ کے ذمہ صرف بلاغ و ابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراط مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا آدمی، کھویا کھویا سا نظر آتا ہے۔ مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ کسی اور کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کیلئے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی جب تک آہِ نیم شبی اور دعاء سحر گاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے۔ ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں، مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزوؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیار حق حیات طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں، ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور وفکر کریں، پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی

صدائے لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہوکر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تا کہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں۔ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منہ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اوران شاءاللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری وساری رکھنے کا موجب ہوگی، پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پا کے رہیں گے۔اور......اگر......خدانخواستہ......ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پاسکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کرسکے تو یقین کیجئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیات طیبہ کہلاتی ہے۔مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے، تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا؟ تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئی تھیں۔تم نے میری مخلوق کی دنیا وآخرت کی بھلائی کیلئے کس قدر صرف کیں؟......کہاں کہاں یہ قوتیں استعمال کیں، کن مقاصد کو تم نے فکروشعور کا مرکز بنایا، بینائی وتوانائی، دولت وطاقت، جانِ نازک اور عزت وآبروغرض تم نے کہاں پرساری نعمتیں کھپادیں۔امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کیلئے یہ سب کچھ اگر کھپا دیا اور لگا دیا تو قبروحشر میں ان شاءاللہ جواب دے سکیں گے کہ اے اللہ! ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ، حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹادیں کیونکہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا۔

﴿اَلْخَلْقُ کُلُّھُم عَیَالُ اللہِ فَاَحسَنَ الْخلق اِلَی اللہِ اَحسَنُھُمْ خلقاً اِلَیھِم﴾

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے۔جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔''

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری وباطنی توانائیاں نثار کرکے انہیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

﴿اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْد﴾

''کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے۔''

کامیابی، اصلاحِ انقلاب اور فلاح کی ایک ہی صحیح راہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے اور ایک ہی صورت ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بتادیا۔وہی حق ہے اور وہی آفاقی سچ ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَنْ یَّصْلُحَ آخِرُھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ اَوَّلُھَا

''اس امت کے آخر کی اصلاح وفلاح اسی طریقہ سے ہوگی، جس سے اوّل کی اصلاح ہوئی۔''

جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ملکی سلامتی کیلئے، قوم کی سلامت روی کے لئے، خیر غالب اور شر مغلوب کرنے کے لئے نئے سال کا نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر اٹھیں۔اس بھولے ہوئے سبق کو پڑھیں، تازہ کرکے عہد کریں اور تجدید میثاق کریں

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت
قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت

﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾

''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔'' (پارہ:۱۳، یوسف، آیت:۴۰)

﴿اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾

''دیکھو! سب مخلوق بھی اُسی کی ہے اور حکم بھی (اُسی کا ہے)'' (پارہ:۸، الاعراف، آیت:۵۴)

﴿فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ﴾

''حکم تو اللہ ہی کا ہے (سب سے) اوپر اور سب سے بڑا ہے'' (پارہ:۲۴، المؤمن، آیت:۱۲)

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو کچھ اللہ نے نازل کیا، اس کا حکم نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (پارہ:۶، المائدۃ، آیت:۴۴)

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری

شاہ جی پر شاعری

بانیٔ احرار، بطل حریت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو مختلف شعراء کرام کی طرف سے جو منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا، اُس کو یکجا کتابی شکل میں ترتیب دیا جا رہا ہے، مطبوعہ یا غیر مطبوعہ سب کچھ آپ کو ایک جگہ میسر آئے گا، (ان شاء اللہ تعالیٰ)

شعراء کرام اور باخبر حضرات سے درخواست ہے کہ شاہ جی پر شاعری اور تجاویز ارسال فرما کر تعاون فرمائیں۔ شکریہ

رابطہ　اکرام الحق سرشار (بانی صدر: بزم فروغِ ادب) / مکتبہ مُعاویہ: جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی 0334-7675889

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-37122981-37217262